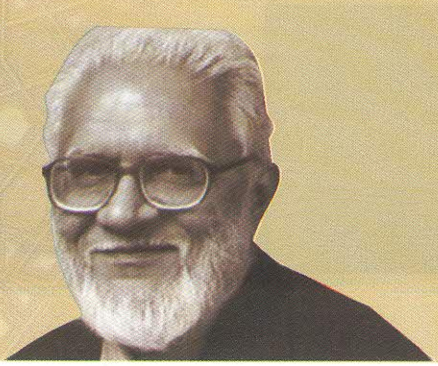

تقدیم

ڈاکٹر محمد خالد مسعود

دور جدید میں آنے والی سماجی تبدیلیوں سے جس طرح مسلم معاشرے دوچار ہیں اس کا اندازہ دوسرے معاشروں کو نہیں ہے یہ معاشرے ان تبدیلیوں کے حوالے سے مختلف تجربات سے گذرے ہیں اس لیے ان کے تصورات میں اختلاف اچنبھے کی بات نہیں۔ ان تصورات میں سب سے اہم تصور شریعت کا ہے۔ اس تصور کے تاریخی اور معاشرتی پہلو اپنی گہرائی اور گیرائی کی وجہ سے جہاں مغربی معاشروں کے لیے ناقابل فہم اور اجنبی ہیں وہاں خود مسلم معاشروں میں بھی بحث کا موضوع ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ ایک عام مسلمان کے ذہن میں شریعت کا نام آتے ہی قانون کی حکمرانی، انصاف، حقوق کا تحفظ اور نظم وضبط کے تصورات ابھرتے ہیں لیکن ان تصورات کو عملی شکل دینے کے لیے کن اقدامات کی ضرورت ہے؟ اس راستے کی مشکلات کیا ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے کس حکمت عملی کی ضرورت ہے، اس کے تقاضے کیا ہیں، اس کے لیے کون سے ادارے تعمیر کئے جائیں، کن اداروں کو مضبوط کیا جائے، کن رجال کار کو اور کیسے تیار کیا جائے؟ اس ضمن میں قوانین کی تدوین، تعلیم، تحقیق اور تربیت کے لیے کیسے منصوبہ بندی کی جائے؟ جب تک ان سوالات پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا جائے گا یہ تصورات عملی صورت میں ڈھل نہیں سکیں گے۔ اس طرح اگر تیاری کے بغیر نفاذ شریعت کے لیے قوت وطاقت کا استعمال کیا جائے تو یہ تصورات چکنا چور بھی ہو سکتے ہیں۔ ان تقاضوں پر گفتگو ہو تو اکثر اسے بہانہ سازی قرار دے کر رد کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں شریعت کے لیے سنجیدہ علمی اور تحقیقی بحث کا آغاز ہی نہیں ہو سکا۔

شریعت ایک جانب اگر دین واخلاق اور انسان کی داخلی زندگی سے متعلق ہے تو دوسری جانب اس کا تعلق معاشرت، بازار، قانون، ریاست، عدالت اور پارلیمان سے ہے۔ ان تمام پہلوؤں اور رابطوں کے حوالے اس پر سوچنا ضروری ہے۔ آج کے دور میں جب ہم معیشت، اقتصادیات، ٹیکنالوجی، علوم اور ریاست کی سطح پر دوسرے ملکوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تو بین الاقوامی تعلقات اور قانونی معاملات میں بھی ہم دنیا سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اپنے ہمسایوں اور پوری دنیا کے ذہن میں شریعت کے بارے میں موجود غلط فہمیوں کو دور کرنا ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں شریعت کا ایک ایسا عالمی اور عالمگیر تصور پیش کرنا ہوگا جو مسلمانوں کی دینی مجبوری نہیں بلکہ وہ ایسے اخلاقی اور قانونی نظام کے قیام کا متقاضی ہو جو پوری دنیا میں قانون کی حکمرانی اور عادلانہ نظام کے قیام کی ضمانت فراہم کرتا ہو، اس کے لیے فقہ اور اصول فقہ کے قیمتی سرمایہ سے رہنمائی مل سکتی ہے لیکن اسی وقت جب ہم روایت اور تقلید کی محدود فضا سے باہر نکل کر اس کا مطالعہ کریں۔ فقہ اور اصول فقہ کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ فہم شریعت کے باب میں ہمارے اسلاف مسلسل تعبیر نو کے لمبے سفر سے گذرے ہیں۔ جب انفرادی اجتہاد سے مسائل حل نہ ہوئے تو اجتماعی اجتہاد کے اصول کو اپنایا گیا۔ نصوص میں واضح حکم نہ ملا تو قیاس اور علت کی طرف قدم بڑھایا گیا اور جب تعلیل میں مشکلات پیش آئیں تو مقصد شریعت کے اصول سے مدد لی گی۔

فقہی روایت کا ذخیرہ بھی اسی جہد مسلسل کا ثمر ہے۔ فقہی آراء کی تشکیل میں اختلافِ فقہاء نے جہاں تعبیر کی وسعت کو مستحکم کیا وہاں فقہی روایت کو مقامی طور پر مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بایں ہمہ ہر صدی میں فقہ کی جمع وتدوین میں تجدید کا عمل بھی مسلسل جاری رہا۔ ہر صدی میں ایک نسل معتبر فقہی آراء کو از سر نو جمع کر کے نئی نسل کو منتقل کرتی رہی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ایسی ایک کوشش کا نام ہے۔ اس طرز تدوین میں اپنے دور کی ضرورتوں اور تقاضوں کے پیش نظر نئے سرے سے اختلاف اور اتفاق کو ایک مجموعے کی شکل دی جاتی تھی۔ یہ عمل ایک مسلسل روایت کی شکل میں آج بھی جاری ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ آج کے دور کے تقاضے پچھلی صدیوں سے بہت حد تک مختلف ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم عصر فقہا اور علما کی ان تبدیلیوں اور تقاضوں پر نظر نہیں۔ تاہم تقلید پسند طبقوں کی شدت کی وجہ سے تعبیر نو کی کوششیں ان تقاضوں سے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکیں۔ رسالہ ''اجتہاد'' کا زیر نظر شمارہ انہی ضرورتوں، تقاضوں اور مسائل کے بارے میں پاکستان، عالم اسلام اور عالم اسلام سے باہر شریعت کے بارے میں عصری مباحث کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔